جماعت کی زندگی خلافت اور شوریٰ میں ہے۔
مجلس شوریٰ جماعت کے باہمی تعامل کا نام ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 / اپریل 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ
بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۴﴾

(الانفال: 64)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ
الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ (آل عمران: 160)

پھر فرمایا:۔

(پہلی آیت جس کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ الانفال کی چونسٹھویں آیت ہے جس کی گزشتہ جمعہ میں بھی میں نے تلاوت کی تھی مگر مجھے بتایا گیا ہے کہ میں نے اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ کی بجائے اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ پڑھ دیا تھا کیونکہ اسی مضمون کی انہی لفظوں میں ایک اور آیت

بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ تو ذہن میں وہ آیت رہی ہے اس لئے اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ کی بجائے قُلُوْبِكُمْ پڑھا گیا۔ یہ قرآن ہی کی ایک آیت ہے مگر دوسری آیت ہے، اس میں وہ لفظ نہیں ہے۔ اس لئے میں نے آج دوبارہ اس کی تلاوت کی ہے تا کہ اگر کسی نے ریکارڈ کی ہو تو وہ درست تلاوت پھر ریکارڈ کر لے اور پہلی تلاوت کو حذف سمجھے یا غلط (تلاوت کے متعلق ''غلط'' کا لفظ تو استعمال کرنے کو دل نہیں چاہتا) مگر پہلی تلاوت کے اوپر اس صحیح تلاوت کو ریکارڈ کر لے۔)

دوسری آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کا تعلق شوریٰ سے ہے اور اس مضمون سے بھی ہے یعنی تالیف قلب کے ساتھ۔ یہ میں نے اس لئے پڑھی ہے کہ آج مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کی مجالس شوریٰ منعقد ہو رہی ہیں اور اس کے علاوہ دیگر اجتماع بھی ہیں تو اس لئے میں نے شوریٰ کا مضمون آج کے خطبے کے لئے اختیار کیا ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گجرات کا ضلعی اجتماع کل چودہ اپریل سے شروع ہے۔ خدام الاحمدیہ قیادت ضلع منڈی بہاؤالدین کا پہلا ضلعی اجتماع بھی کل سے شروع ہو چکا ہے اور آج اختتام پذیر ہوگا۔ جماعت احمدیہ سویڈن کی مجلس شوریٰ آج پندرہ اپریل سے شروع ہو رہی ہے اور سب سے اہم جماعتہائے احمدیہ پاکستان کی مجلس مشاورت بھی آج سے شروع ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تین دن جاری رہے گی۔ بعض عرب ممالک میں بھی آج خدام اور اطفال کے اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں۔ انڈونیشیا سے بھی اطلاع ملی ہے کہ مجلس شوریٰ کل یعنی سولہ اپریل سے شروع ہو رہی ہے اور انشاء اللہ دو دن جاری رہے گی۔ جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ چاند اور سورج گرہن کے نشان پر سو سال پورے ہونے پر تقریب منا رہی ہے اور اس کا سارے ملک میں چرچا ہے اور وہ بھی دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تقریبات کو مفید بنائے۔

پس آج جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا شوریٰ کا مضمون میرے پیشِ نظر ہے۔ وہ آیت جو شوریٰ والی ہے وہ بھی اسی مضمون سے تعلق رکھتی ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ پس یہ محض اللہ کی طرف سے رحمت ہے کہ تو ان پر مہربان ہو گیا ان کے لئے تیرا دل نرم ہو گیا۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اگر تو سخت دل ہوتا اور بد خلق ہوتا (نعوذ باللہ من ذالک) لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ وہ تیرے اردگرد

سے تجھے چھوڑ کر بھاگ جاتے ۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پس ان سے عفو کا سلوک فرما۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان کے لئے بخشش طلب کر۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور ان سے مشورہ کیا کر۔ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ لیکن فیصلہ تو نے کرنا ہے۔ان کے مشورے کا مطلب یہ نہیں کہ جو وہ کہیں وہ تو کرتا چلا جا۔ فیصلہ تیرے سپرد ہے جب تو فیصلہ کرے گا تو پھر ان مشورہ دینے والوں پر تیرا توکل نہیں، اللہ پر توکل ہوگا کیونکہ اللہ کی خاطر، اسی کی عطا کردہ فراست سے تو ایک نتیجے تک پہنچے گا اور پھر مومنوں پر توکل نہیں بلکہ اللہ پر توکل کرنا ہے۔اس میں مجلس شوریٰ کی روح اور اس کا گہرا فلسفہ بیان فرما دیا گیا۔ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ اور اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے بہت محبت رکھتا ہے۔

اس آیت کے تمام پہلوؤں پر گفتگو تو اس وقت پیش نظر نہیں ہے کیونکہ گزشتہ رمضان میں درس کے موقع پر یہ آیت بھی زیر بحث آئی تھی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر میں نے روشنی ڈالی تھی مگر کوئی آیت بھی ایسی ہو نہیں سکتی جس کے تمام پہلو کسی کے اختیار میں ہوں کہ وہ بیان کر سکے۔ ہر دفعہ جب دوبارہ تلاوت ہوتی ہے تو کوئی نہ کوئی نیا مضمون ذہن میں آجاتا ہے، بعض دفعہ نہیں آتا کیونکہ عام تلاوت کے وقت ہر آیت پر ٹھہر ٹھہر کر غور کا موقع نہیں ملتا مگر ویسے میرا تجربہ ہے کہ جب بھی کسی آیت کو موضوع بنانا ہو تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کا کوئی نیا پہلو ذہن میں نہ آیا ہو اور یہ قرآن کریم کی ہر آیت کی ایک شان ہے کہ وہ ''کوثر'' جس کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا تھا قرآن کی ہر آیت ۔ وہ کوثر بن جاتی ہے اور انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ: (درثمین فارسی صفحہ:89)

این چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

ہے تو قطرہ، وہ دریا کیسے بن گیا۔ یہ وہی مضمون ہے کہ ہر آیت کریمہ ایک دریا کا منبع بن جاتی ہے۔اس سے ایک علم و عرفان کا دریا پھوٹ سکتا ہے۔ پس چونکہ یہ آیت بہت سے لطیف اور وسیع مضامین پر مشتمل ہے میں اس وقت اس حصے پر پہلے روشنی ڈالتا ہوں جس کا تعلق مومنوں کے اکٹھے اور ایک جان ہو جانے سے ہے۔

گزشتہ جمعہ میں جو آیت پڑھی تھی وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ

جَمِيْعًا۔اس پر ابھی مضمون جاری تھا کہ خطبہ ختم ہو گیا یہ انشاء اللہ آئندہ خطبے میں میں پھر دوبارہ شروع کروں گا۔لیکن اس کے ایک پہلو کا شوریٰ سے گہرا تعلق ہے کیونکہ مشورے کی ہدایت سے پہلے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا صحابہ پر مہربان ہو جانا اور اس کے نتیجے میں حضور اکرمؐ کے اردگرد ان کا گھومتے رہنا اور قرب اختیار کرتے رہنا یہ مضمون بیان ہوا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر یہ لوگ منتشر ہو جاتے اور اس کے معاً بعد فرمایا ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ان سے عفو کر، ان کے لئے بخشش طلب کر اور ان سے مشورہ لیا کر۔پس مشورہ نبوت اور مقتدیوں کے درمیان، آنحضرت ﷺ کے متبعین کے درمیان، ایک گہرا تعلق کا رابطہ بن جاتا ہے۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں مسلمانوں کی تعریف میں بھی یہ بیان فرمایا وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کہ ان کے معاملات آپس میں مشورے سے چلتے ہیں۔ان دونوں باتوں کا تالیف قلب سے، ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہو جانے سے، ایک دوسرے سے محبت ہو جانے سے کیا تعلق ہے؟ ایک تو بڑا بھاری، واضح، کھلا کھلا تعلق یہ ہے کہ مشورے کی فضا قائم ہی وہاں ہوتی ہے جہاں بھائی چارہ ہو۔اس کے سوا مشورے کی فضا قائم ہو ہی نہیں سکتی یہ انسانی فطرت کے خلاف بات ہے اور اگر بھائی چارہ نہ ہو اور مشورہ ہو تو پھر بد دیانتیاں چلتی ہیں، پھر مشورے میں دھوکے دیئے جاتے ہیں، مشوروں کے اعتبار اٹھ جاتے ہیں۔پس یاد رکھو مجلس شوریٰ کی کامیابی کا راز اس بات میں ہے کہ جماعت احمدیہ بھائی بھائی بنی رہے اور بھائیوں کی طرح ایک جان ہو جائے یا ’’ایک جان دو قالب‘‘ جس طرح محاورہ مشہور ہے، خواہ قالب الگ الگ ہوں جان ایک ہی رہے۔ایسی صورت میں جو مشورے ہوتے ہیں وہ بہت گہری فراست کے علاوہ تقویٰ پر مبنی ہوتے ہیں۔جب ایک خاندان کے لوگ جو آپس میں پیار رکھتے ہیں، محبت کرتے ہیں، جب کسی مسئلے کے متعلق اکٹھے ہو کر، سر جوڑ کر باتیں کرتے ہیں تو مشوروں کے دوران گہری سنجیدگی پائی جاتی ہے، ہمدردی پائی جاتی ہے اور غور و فکر کے لئے ہر انسان گہرا انہماک رکھتا ہے اور یہی وہ روح ہے جو جماعت احمدیہ کی مجالس شوریٰ میں زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہنی چاہئے۔اس کے بغیر جماعت احمدیہ کی شوریٰ یا مجالس مشاورت اپنے مقاصد کو نہیں پا سکیں گی۔

بھائی چارے کی فضا اتنی ضروری ہے کہ میں نے دیکھا ہے پہلے بھی، یعنی خلافت سے پہلے بھی جب میں بچپن سے مجالس شوریٰ میں بیٹھا کرتا تھا، کہ کوئی ایک شخص بھی مشورے کے دوران اگر کوئی

تلخ بات کہہ دیتا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ اور بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اس پر شدید ردعمل دکھاتے تھے اور کہتے تھے ہرگز ایسی بات نہیں کرنی جس سے تمہارے بھائی کی دل شکنی ہوتی ہو یا تمہارے انداز میں تکبر کا عنصر شامل ہو جائے۔ بعض لوگ بعض دفعہ ایک شخص کا ذکر کر دیتے تھے تو مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں نے بھی ایک نام لے کر تبصرہ کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مجھ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تمہیں نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ گفتگو میں جو دلیل میں دے رہا تھا وہ نظر آ رہا تھا کہ خدا کے فضل سے غالب ہے اور اس کے بعد جس شخص کی دلیل کے جواب میں یہ دلیل تھی وہ بھی جماعت میں پرانے خادم اور ایک مرتبہ رکھتے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بالکل درست میری تربیت فرمائی کہ تمہیں اس موقع پر نام نہیں لینا چاہئے تھا۔ دلیل کے مقابل پر دلیل سے بات رکھتے یہی کافی تھا۔ تو اس لئے سب سے پہلا پیغام میرا مجلس شوریٰ پاکستان کو اور دیگر مجالس شوریٰ کو یہی ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تالیف قلب کا اور ایک دوسرے سے اکٹھے ہو کر بھائیوں کی سی شکل اختیار کر جانے کا، مجلس شوریٰ کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ آپس کی الفت نہ ہو تو مشورے بے معنی، بے حقیقت بلکہ بسا اوقات نقصان دہ ہو جاتے ہیں اور شوریٰ کا اعلیٰ مقصد ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر مجلس شوریٰ میں دنیا میں کہیں بھی منعقد ہو، خواہ وہ جماعت کی عمومی مجلس شوریٰ ہو یا ذیلی مجالس کی ہوں، اس نصیحت کو خوب پلے باندھ لینا چاہئے کہ شوریٰ کے دوران بھی کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کسی بھائی کی دل شکنی ہو اور شوریٰ کے علاوہ بھی محبت کا ماحول قائم کرنا شوریٰ کے بابرکت ہونے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ پس تالیف قلب کا جو مضمون میں اگلے جمعے سے دوبارہ شروع کروں گا اس کی اہمیت شوریٰ کے لحاظ سے بھی بہت بڑی اہمیت ہے اور جیسا کہ میں نے بارہا پہلے بھی ذکر کیا ہے میرے نزدیک **جماعت کی زندگی دو چیزوں میں ہے ایک خلافت اور ایک شوریٰ۔ یہ دو ایسی چیزیں جن کے اندر جماعت کی بقا کا راز ہے ہمیشہ ہمیش کے لئے اس بات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، اپنے دلوں میں اس کو جاگزیں کر لیں، اپنی فطرت ثانیہ بنالیں کہ خلافت سے وابستگی اور مجلس شوریٰ سے اس کے تمام لوازمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے احترام اور ادب کا تعلق اور اس نظام کو تقویب دینا جماعت کی بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے۔**

اب میں شوریٰ کے متعلق چند اور باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو آپ کی مجالس

شوریٰ میں عموماً زیر بحث آتی رہنی چاہئیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد، جب ایک جگہ مجلس شوریٰ کا نظام جاری ہو جائے تو پھر لوگ اپنے ذہنوں پر زور دیتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں کہ کیا بات ہم لکھیں کہ ہمارا اس سال کا بھی ایجنڈا بن جائے اور وہ بنائے ہوئے ایجنڈے غیر حقیقی ہوتے ہیں اور مصنوعی ہوتے ہیں اور ان بنائے ہوئے ایجنڈوں میں بعض دفعہ نہایت لغو باتیں راہ پا جاتی ہیں۔ ایک آدمی کو شوق ہے کہ میں ہر سال کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں اور بسا اوقات سالہا سال کے مجالس شوریٰ کے ایجنڈے دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ بعض لوگ یا بعض جماعتوں کو مسلسل یہ شوق رہتا ہے کہ ہم ضرور اس میں حصہ لیں اور وہ کوشش کر کے بناوٹ کے ساتھ مشورے بھجوانے کی کوشش کرتے ہیں یا جماعتیں کرتی ہیں، اور ایسے مشورے غیر حقیقی اور بے معنی سے دکھائی دیتے ہیں بعض دفعہ ان کو رستے ہی میں روک لیا جاتا ہے، بعض دفعہ جب شوریٰ تک پہنچ بھی جائیں تو عجیب سے دکھائی دیتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کسی نے کوشش سے، بناوٹ سے یہ بات پیش کی ہے۔ مشورہ وہی حقیقی مشورہ ہے جو از خود ضرورت کے مطابق دل سے پھوٹے۔ وہ ضرورتیں کون کون سی ہیں جن کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے، جن سے آپ کو دل لگا لینا چاہئے۔ جن کے نتیجے میں پھر صحیح مشورے آپ کو اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا وہ ضرورتیں میں چند آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلی ضرورت تو تالیف قلب کی ہے۔ جماعت کو کس طرح آپس میں محبت سے باندھے رکھنا ہے تا کہ کہیں بھی، کسی سطح پر بھی کوئی تلخی پیدا نہ ہو۔ اس سلسلے میں تمام جماعتوں میں از خود ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ کوشش کر کے تجسس کی ضرورت نہیں بلکہ از خود سامنے آتے رہتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ بعض باتیں جماعت میں ایسی راہ پا گئی ہیں جس سے آپس کی محبت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ بعض دفعہ چھوٹے حلقوں میں بعض جماعتوں میں یہ تکلیف دہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض دفعہ بعض جماعتوں میں بالعموم ایسی عادتیں پڑ جاتی ہیں جن سے محبت کا ماحول قائم نہیں رہتا اور اس کے نتیجے میں ہمیشہ آپس میں اختلاف رہتا ہے۔ چنانچہ بعض جماعتوں کا، میں نے ایک دفعہ نام بھی لیا تھا، اس پر ان کی طرف سے معذرت کے خطوط بھی آئے، اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم رہے یا نہیں، مگر آج میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ بالعموم دنیا میں جہاں بھی جماعت کی ترقی رکتی دکھائی دے وہاں خدا کے فرشتوں کا تو کوئی قصور نہیں، وہ تو ہر جماعت کے لئے ترقی کے

پیغام لے کے آ رہے ہیں، ضرور اس جماعت میں کوئی ایسا نقص واقع ہوا ہے جس کے نتیجے میں ان کی ترقی رک گئی ہے۔ اس لئے وہ نقص تلاش کرنا یہ بہت ہی اہم کام ہے اور اس کا جس حد تک مجلس شوریٰ سے تعلق ہے اپنی شوریٰ میں ان باتوں کو پیش کرنا چاہیئے کہ ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک بہت ہی اہم احتیاط ہے جس کی طرف میں آپ کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جب بھی ایسے نقائص کی بحث ہو جن کا تعلق جماعت میں افتراق پیدا کرنے اور دلوں کے پھاڑنے سے ہو وہ باتیں اپنی ذات میں بہت حساس ہوتی ہیں اور اگر ذرا بھی بے وقوفی سے وہ بات مجلس شوریٰ میں پیش کی جائے تو اپنا مقصد حاصل کرنے کی بجائے اپنے مقصد کے بالکل برخلاف نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ بعض مجالس شوریٰ کی رپورٹوں سے مجھے پتا چلا کہ بعض دفعہ اس نیک نیت سے کہ ہماری جماعت میں یہ یہ باتیں ہو رہی ہیں ہمیں ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، اس نیک نیت سے یا اس نیک نیت کا عذر رکھ کر، ایک مشورہ پیش کیا گیا اور پھر وہاں ایسی لڑائیاں آپس میں ہوئیں، ایسی ایک دوسرے کے اوپر باتیں کی گئیں جو ہرگز مجلس شوریٰ کے شان کے مطابق ہونا تو درکنار، جماعت احمدیہ جس اعلیٰ اخلاقی معیار پر ہے اس کی کسی عام مجلس میں بھی زیب نہیں دیتیں اور جب ایسی باتیں ہوئیں اور مجھے علم ہوا تو پھر میں نے فوراً اقدام کیا بعض لوگوں کو جماعت سے بھی خارج کرنا پڑا ہے، بعض لوگوں کو جماعت سے خارج تو نہیں کیا گیا مگر ان کے چندے بند کر دیئے گئے کیونکہ ان کی باتوں سے دکھائی دے رہا تھا کہ انہوں نے معاملات کو ذاتی بنالیا۔ پس یہ اہم بات ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے پاکستان کی جماعتوں کو بھی اور مجلس شوریٰ مرکزیہ کو بھی اور تمام دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

شوریٰ کیا ہے؟ شوریٰ دلوں کو باندھنے کا ایک ذریعہ ہے اور شوریٰ سے جتنا اعتماد، انتظام اور اتحاد جماعت میں پیدا ہوتا ہے بہت کم دوسرے ذرائع سے پیدا ہوتا ہے یا خلیفہ وقت کا براہ راست جماعت سے ایک تعلق ہے اور باہمی اعتماد کا ایک تعلق ہے یا پھر مجلس شوریٰ کا جماعت کے ساتھ ایک باہمی اعتماد کا تعلق ہے اور جیسا کہ میں نے قرآن کریم سے ثابت کیا ہے، مجلس شوریٰ کے ذکر میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ نظام جاری فرمایا وہیں اس سے پہلے دلوں کے باندھے جانے، آپس کی محبت کے ذکر اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے اس خلق کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر تو ان کے لئے نرم نہ ہو جاتا تو یہ لوگ یوں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کو آپس میں اکٹھا کرنے اور جماعت کی باہمی

محبت کی حفاظت کرنے کے لئے ہر دل کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل کی نقل کرنی ہوگی۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ کے ذریعے قرآن کریم یہ نہیں کہہ رہا کہ نعوذ باللہ کوئی احتمال تھا۔ فرماتا ہے کہ ایسا ہوا ہی نہیں، نہ ہونا تھا، کہ تو ایسا ہوتا لیکن طرز کلام یوں ہے جیسے ہم کہتے ہیں بفرضِ محال اگر تو ایسا ہوتا تو پھر تیری تمام تر دیگر اخلاقی خوبیوں اور تعلیمی خوبیوں کے باوجود یہ لوگ تجھے چھوڑ کے بھاگ جاتے۔ اب وہ جو رحمۃ للعالمین تھا، جس کو خدا تعالیٰ نے آخری اور کامل تعلیم عطا فرمائی تھی اس تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی، جانتے ہوئے کہ یہ سچا ہے پھر بھی لوگ پیچھے ہٹ جاتے۔ یہ خدا کا کلام ہے جس کی انسانی فطرت پر گہری نظر ہے۔ پس دلوں کا ایک دوسرے کے لئے نرم رکھنا جماعت کی جمعیت کے لئے بے انتہا ضروری ہے اور وہ دل جو آپس میں بندھ جائیں، شوریٰ ان کی شوریٰ ہوتی ہے۔ مشورے وہ ہوتے ہیں جو ان دلوں سے اٹھتے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، پیار کا تعلق رکھتے ہیں، سچی ہمدردی میں مشورے دیتے ہیں اور یہی وہ بنیادی جماعت احمدیہ کی شوریٰ کی صفات ہیں جن کی وجہ سے، ساری دنیا میں نظر دوڑا کے دیکھیں، مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ کی کوئی مثال آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ بڑی سے بڑی مہذب قوموں میں بھی، خواہ اخلاقی ضوابط کتنے ہی عمدہ اور کیسے ہی بار بار سمجھائے جا چکے ہوں لیکن ان سلجھے ہوئے ضوابط کے باوجود چونکہ دل نہیں ملے ہوتے اس لئے ان کی مجالس جو مشورے کے لئے بلائی جاتی ہیں ان میں تلخیاں، بددیانتیاں ایک دوسرے پر گند اچھالنا یہ تمام باتیں ضرور راہ پاتی ہیں، کوئی دنیا کا ملک اس سے مبرّا نہیں ہے۔ پس وہ چیز جس نے ہمیشہ مجلس شوریٰ کو صالح رکھنا ہے وہ آپ کی محبت ہے۔ اگر ایک دوسرے سے پیار رکھیں گے، ایک دوسرے سے محبت کا سلوک کریں گے، اپنے بھائی کا دل دکھانے سے پرہیز کریں گے، اسے گناہ کبیرہ سمجھیں گے اور اگر غلطی سے دل دکھایا گیا ہے تو معافی طلب کریں گے، تو پھر آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے اندر وہ آپس کا محبت کا رشتہ اور گہرا ہوتا چلا جائے گا کیونکہ یہ بھی ایک بنیادی انسانی فطرت کا راز ہے کہ محبت یا بڑھتی رہتی ہے یا کم ہوتی جاتی ہے، کسی مقام پہ ٹھہرا نہیں کرتی۔

پس وہ جماعتیں جن میں وہ بنیادی محرکات جو محبت پیدا کرتے ہیں، ان کی حفاظت کی جائے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت میں بڑھتے رہتے ہیں۔ جہاں وہ محرکات ختم ہو جائیں،

ان پر نظر نہ رہے یا دوسری شر کی چیزیں راہ پا جائیں، ایسے موقع پر پھر محبت کے سلسلے منقطع ہونے شروع ہو جاتے ہیں یا ان میں فاصلے بڑھتے بڑھتے آخر وہ سلسلے منقطع ہو جاتے ہیں۔ پس مجلس شوریٰ کی حفاظت کے لئے آپس کی محبت کی حفاظت ضروری ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ مجلس شوریٰ کے اندر تو لازماً بلا استثناء اس قدر تاکید کے ساتھ نگرانی ہونی ضروری ہے کہ ادنیٰ سی بات بھی جو طعن و تشنیع کا رنگ رکھتی ہو اس کو نظام شوریٰ برداشت نہ کرے اور ایسے معاملات کو مرکز کے علم میں لانا ضروری ہے۔ وہاں موقع پر نصیحت بھی ضروری ہے اور اگر یہ سمجھا جائے کہ بات ان کی مقامی جماعت کی طاقت سے کچھ باہر ہے تو پھر اس کو مرکز کے علم میں لانا ضروری ہے۔ یہ بھی ایک خلافت کا کام ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اور وہ جوان کاموں پر مامور ہیں ہم توجہ دیتے ہیں۔

تمام دنیا کی مجالس شوریٰ کو یہ ہدایت ہے کہ اپنی شوریٰ کی رپورٹیں ہمیں بھجوایا کریں اور جہاں کسی ایک فقرے سے بھی یہ شبہ پیدا ہو کہ تفصیلی بحث کی چھان بین کی ضرورت ہے تو چونکہ یہ ہدایت ہے کہ آپ نے اس کی کارروائی ریکارڈ بھی کرنی ہے تو ایسے موقع پر پھر ان کو لکھ کر وہ ریکارڈ منگوایا جاتا ہے اور ایک موقع پر مجھے یہ ضرورت پیش آئی تو مجلس مشاورت ربوہ کا ریکارڈ بھی، بعض کیسٹ ہدایت دے کر منگوائیں اور خود سن کر دیکھا کہ کس رنگ میں وہاں باتیں ہو رہی تھیں اور کیا اس نہایت ہی مقدس روح کی حفاظت کی جارہی تھی کہ نہیں کہ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اللہ کے خاص فضل کے ساتھ ہمیں یہ نعمت عطا ہوئی ہے، اگر ہم نے اس کی ناقدری کی تو اس کا انجام کیا ہے وہ جہنم کا کنارہ ہے جو انہی آیات میں مذکور ہے۔ فرماتا ہے تم جہنم کے کنارے پہ پہنچے ہوئے تھے کہ خدا نے تمہیں اس سے کھینچ کر دور کر دیا اور آپس میں ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کا کنارا اس کا برعکس مضمون ہے تو آپس میں بندھے جانا جنت کا مضمون پیش کرتا ہے۔ یعنی جہنم سے جنت کا سفر بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اپنی رحمت سے اکٹھا کر دیا اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ایسا کیا گیا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اے محمدؐ! تو اگر جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کچھ بھی خرچ کر دیتا تو یہ لوگ آپس میں محبت کے رشتوں میں نہ باندھے جاتے۔ یہ اللہ ہی ہے جس نے ان کو اکٹھا کیا ہے۔ دوسری طرف فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔

پس یہ اللہ کی تجھ پر رحمت تھی اور غیر معمولی رحمت کہ تو ان پر نرم اور مہربان ہو گیا اور اس کے نتیجے میں وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۶۰﴾

یہ سارا مضمون وہی ہے جو میں پہلے کچھ حصہ بیان کر چکا ہوں۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس مضمون میں اور اس پہلے مضمون میں جو میں نے ابھی آپ کے سامنے رکھا ہے تضاد کوئی نہیں ہے۔ اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نرم دل ہونا ان کو اکٹھے کرنے کا موجب بنا ہے اور اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ تو اگر سب کچھ بھی زمین میں خرچ کر دیتا تو ان کو اکٹھا نہ کر سکتا۔ ان دو میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ مومنوں کے دلوں کی محبت پیسے کے نتیجے میں نہیں ہوتی اور خرچ کے نتیجے میں نہیں ہوتی اس مضمون کو چھوڑ کر، بعض لوگ سمجھتے ہیں، یعنی اس کو نظر انداز کر کے کہ رسول اللہ ﷺ کا تو پھر کوئی واسطہ ہی کوئی نہ ہوا۔ صرف اللہ نے براہِ راست محبت پیدا کر دی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے کی کیا بات ہوئی؟ یہ محض کم فہمی ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں محبت پیدا کی ہے اور آپؐ کے رحمت ہونے کی ایک یہ نشانی بھی ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ تجھے جو ہم نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس رحمت کے اندر بہت سے اخلاقی پہلو ہیں۔ ایک پہلو اس کا یہ ہے کہ تو ان پر مہربان ہے، نرم دل ہے اور اس کے نتیجے میں پھر وہ اکٹھے ہوئے ہیں ورنہ یہ بھاگ جاتے تو صاف پتا چل رہا ہے کہ مومنوں کی تالیفِ قلب میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت کا ایک براہ راست گہرا تعلق ہے اور وہ رحمت جب لِنْتَ لَهُمْ کے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے، رحمت کے بہت سے پہلو ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دل ان کی محبت میں نرم ہو جاتا ہے، ان کے لئے ہر وقت جھکا رہتا ہے تو پھر مومنوں کے لئے ایک تالیف قلب کا سامان پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا مضمون جو اس میں ہے یہ ہے کہ کوئی دنیاوی ذریعہ، اگر اللہ کی رحمت تجھے عطا نہ ہوتی، اور وہ یہ رحمت تھی جس کا ذکر کیا ہے، کوئی دنیاوی ذریعہ نہ مومنوں کو اکٹھا کر سکتا تھا اور نہ کبھی قوموں میں مال و دولت کے خرچ سے محبتیں پیدا ہوئی ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں وہ لوگ جن کو لالچ ہو، جو پیسے کے

نتیجے میں اکٹھے ہوتے ہوں، ان کی محبتیں، جو ظاہری نظر آنے والی محبتیں تو محبتیں کہلا ہی نہیں سکتیں، یہ تو خودغرضیاں ہوتی ہیں۔ پیسے کی حرص میں جو کچھ خلق انسان کے اندر موجود ہے وہ بھی کھایا جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے اور لوگ ایسے مکھیوں کی طرح ہوتے ہیں جو گندگی پر بیٹھتی ہیں، جب تک گندگی کا رس چوستی ہیں بیٹھی رہتی ہیں، اس کے بعد اٹھ کے کسی اور گندگی کی تلاش میں چلی جاتی ہیں۔ مگر فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ میں جو مضمون ہے وہ تو ہمیشہ ہمیش کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑے جذبے اور پیار اور محبت اور والہیت کے ساتھ جھکے رہنے کا نام ہے۔ یہ ہے حقیقی تالیف قلب جو رسول اکرم ﷺ کے ذریعے ہوئی کیونکہ ایسی صفت ہے جو عارضی نہیں ہے، جو ایک مستقل صفت ہے۔ دل کی نرمی اور دل سے پھوٹنے والا پیار کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے کہ آج میٹھا اور کل کڑوا ہو جائے، یہ تو ایک دائمی محمد رسول اللہ ﷺ کے خلق کا اظہار قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ آپ ہیں ہی ایسے، وقتی طور پر نہیں ایسے ہوئے بلکہ ہمیشہ سے اللہ کی رحمت کے نتیجے میں بنائے ایسے گئے ہیں اور اس کے نتیجے میں مومنوں کا آپؐ کے گرد اکٹھے رہنا ایک لازمی امر ہے، یہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا۔ ایک لمحہ بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نہیں آیا کہ جب مؤمن آپ کی ذات سے دور ہوئے ہوں۔

پس یاد رکھیں کہ وہی کردار ہم نے اپنے معاشرے میں ادا کرنا ہے اور جب آپ یہ کردار ادا کر دیں تو پھر مجلس شوریٰ کا ماحول پیدا ہوتا ہے لیکن شوریٰ میں پہلے دو اور نصیحتیں بھی ہیں جو فرمائی گئی ہیں ان کو پیشِ نظر رکھیں۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان سے عفو کا سلوک فرما، جب انسان کسی سے پیار کرتا ہے تو اس کا ایک ثبوت اس کے عفو میں ظاہر ہوتا ہے۔ کئی لوگ اپنے پیاروں سے پردہ پوشیاں کرتے رہتے ہیں اور جن سے پیار نہ ہو ان کے چھوٹے سے نقص کو بھی اچھال کے باہر پھینکتے ہیں۔ تو عفو کا محبت سے گہرا تعلق ہے اور عفو محبت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ ہم سے عفو کا سلوک فرماتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق سے محبت کا اظہار ہے جہاں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو نصیحت ہے کہ تو جب رحمت ہے ان کے لئے، جب تو ان کے لئے نرم دل ہے تو اس کا طبعی نتیجہ دکھا، ان سے عفو کا سلوک کر۔ یہ مراد نہیں تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے عفو نہیں کرتے تھے۔ یہ ایک طرزِ کلام ہے ہمیں سمجھانے کے لئے کہ دیکھو محمد رسول اللہ کو محبت تھی، انہوں نے عفو بھی کیا۔ تمہیں اگر آپس میں ایک دوسرے سے سچا پیار ہے تو تمہیں بھی عفو کا سلوک کرنا پڑے گا۔ عفو

سے مراد ہے روزمرہ کی عام غلطیوں، عام کمزوریوں پر، انسان بے وجہ تلخی محسوس نہ کرے یا تلخی محسوس کرنے کا موقع بھی ہو تب بھی برداشت کر جائے اور اپنے پیارے سمجھ کر ان سے انسان نرمی کا سلوک جاری رکھے۔ عفو کا مطلب ایک یہ ہے کہ آپ ایک چیز دیکھ رہے ہیں پتا ہے ٹھیک نہیں ہو رہی آنکھیں اس طرف کر لیں مگر اس کی ایک حد ہوتی ہے اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

عفو کا مضمون جو ہے اس کا تعلق ایسی کمزوریوں سے ہے جن کا زیادہ تر اثر آپ کی ذات پر پڑتا ہے۔ اگر ایسی کمزوریاں ہیں جو نظام جماعت میں رخنہ ڈالنے والی ہوں تو وہاں عفو کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظامِ جماعت میں رخنہ تو عفو کی **بنیادی وجہ کے منافی ہے۔ عفو تو پیدا اس لئے ہوا تھا کہ آپس میں محبت ہے** تو وہ لوگ جو محبتوں پر حملے کر دیتے ہیں اور محبتوں پر تبر رکھ دیتے ہیں، جو عفو کی جڑ کاٹتے ہیں، ان سے عفو کا سلوک کیسے ہو سکتا ہے، ان سے عفو کی تعلیم کیسے دی جا سکتی ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی زندگی میں کہیں بے انتہا عفو دکھائی دیتا ہے، کہیں بڑی سخت پکڑ دکھائی دیتی ہے اور وہ لوگ جو ان باتوں کا فرق نہیں سمجھتے وہ پھر بعض دفعہ، جب میں بھی سنت محمد مصطفی ﷺ پر عمل کرتا ہوں تو، مجھ پر اعتراض کرتے ہیں، مجھے لکھتے ہیں، یعنی اعتراض ان معنوں میں نہیں جس طرح ایک بیہودہ باتیں کرنے والا اعتراض کرتا ہے بلکہ اپنی نافہمی کی وجہ سے ان سے کوئی قصور ہوا ہوتا ہے، کہتے ہیں آپ تو عفو کی تعلیم دیتے تھے، آپ تو کہتے تھے رسول اللہ ﷺ بے حد عفو کرنے والے ہیں تو ہمارے معاملے میں کیا بات ہے، ہم سے کیوں نہیں عفو کا سلوک ہو رہا، تو وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ عفو کے بھی مواقع ہیں اور پکڑ کے بھی مواقع ہیں۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ہے، سَرِيْعُ الْحِسَابِ ہے اور بعض دفعہ عفو، غفور ہے۔ تو جب تک آپ ان بنیادی صفاتِ الٰہی کو جو صفات محمد مصطفیٰ بھی بنیں ان پر غور کر کے ان کی کنہ کو نہیں سمجھیں گے اپنے روزمرہ معاملات کو درست کر نہیں سکتے اور نہ نظام جماعت سے آپ کا صحیح، حقیقی طور پر صالح تعلق قائم ہو سکتا ہے۔ پس فرمایا اگر تم ان سے محبت کرتے ہو اور کرنا چاہتے ہو تو پھر لِنْتَ لَهُمْ کے بعد عفو کا سلوک ضروری ہے لیکن ان شرائط کے ساتھ جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے، تفصیل سے یہاں بیان نہیں کیں مگر کئی موقعوں پر بیان بھی کی ہیں۔ عفو کا ایک محل ہے، موقع ہے، اس کے اندر رہتے ہوئے ضرور عفو سے کام لینا چاہئے اور عفو کا بہت زیادہ تعلق انسان کی ذاتی تکلیف سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہر اس

تکلیف پر غیر معمولی عفو کا سلوک فرمایا ہے جو آپ ؐ کی ذات کو پہنچی تھی۔ لیکن نظامِ جماعت پر جب ضرب پڑی ہے تو آپ ؐ نے عفو کا سلوک نہیں کیا کیونکہ وہ امانت ہے۔ عفو کا ایسے جرم سے تعلق ہے جو آپ کے خلاف ہو اور جس میں آپ مالک ہوں چاہیں تو یہ سلوک کریں، چاہیں تو وہ سلوک کریں۔ مگر جہاں آپ امین بن جاتے ہیں، امانت دار ہیں، اللہ تعالیٰ کی امانت آپ کے سپرد ہے وہاں نہ صرف یہ کہ عفو کے سلوک کی اجازت نہیں بلکہ قرآن کریم نے مومنوں کی اس تربیت کے پیشِ نظر ان کو متنبہ کیا ہے کہ جب خدا کے حکم کے تابع تم ایک آدمی کو سزا دے رہے ہو تو پھر یاد رکھنا وہاں نرمی کرو گے تو تم گنہگار بن جاؤ گے، تمہیں وہاں نرمی کا حق نہیں ہے۔

پس قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے، نہایت متوازن کتاب ہے، ہر تعلیم کو اس کے موقع اور محل پر بیان کرتی ہے اور موقع اور محل کی خوب نشان دہی کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے میں مجالس شوریٰ کی روح کی حفاظت کی خاطر آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ عفو کا سلوک عام کریں اور عفو زیادہ تر وہاں ہو جہاں اپنے آپ کو تکلیف پہنچی ہے اور اس تکلیف کو نظر انداز کرتے ہوئے خدا کی خاطر صبر کریں اور اپنے بھائی سے عفو کا سلوک فرمائیں اس سے محبت بڑھے گی لیکن مصیبت یہ ہے کہ اکثر اوقات اپنی دفعہ تو لوگ یوں بھڑک اٹھتے ہیں جیسے کسی بھڑکیلے مادے کو تیلی دکھا دی گئی ہو اور نظامِ جماعت کی دفعہ آنکھیں بند۔ منافق بیٹھے ہیں، باتیں کررہے ہیں، آپ مزے سے ان کی باتیں سنتے ہیں، یا مزے نہ بھی لیتے ہوں تو اٹھ کر آجاتے ہیں، کوئی فکر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو جہاں موقع اور محل نہ رہے وہاں بدزیبی آجاتی ہے، بدصورتی اس کا نام ہے۔ ہر چیز جو باموقع ہو، برمحل ہو وہ خوبصورت ہے اور جو محل سے ہٹ جائے وہ بدزیبی ہے۔ اب کتنا ہی خوب صورت ناک ہو کسی کا، یہاں کی بجائے ماتھے پر لگ جائے اور لوگ دور بھاگیں گے اس سے، کوئی ایسا شخص، کوئی مرد ہے تو کوئی لڑکی سوچ بھی نہیں سکے گی کہ اس سے شادی کرے، سوچے تو ناک کٹوا کے ہی کرے گی۔ مگر یہ بے محل ہونے کا نتیجہ ہے اپنی ذات میں وہ ناک خوب صورت ہے۔ آنکھ ایک ادھر ہو جائے اور ایک نیچے لگ جائے تو بہت بھیانک تصور پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں آنکھیں اپنی ذات میں کیسی ہی خوبصورت ہوں تب بھی وہ کشش کی بجائے وہ بڑا سخت دور پھینکنے کا کردار ادا کرتی ہیں، دھکا دینے کا کردار ادا کرتی ہیں۔ تو عفو بھی اپنے محل پر خوبصورت ہے، محل سے ہٹے گا تو بدزیب ہو جائے گا۔

پس جماعت میں اگر مجلس شوریٰ کی روح کو زندہ رکھنا ہے تو عفو پر اس طرح عمل کریں جیسے

محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ دین کی غیرت کی راہ میں عفو کو کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔ اپنی تکلیف بہت اٹھائی، بہت دکھ اٹھائے، مگر جہاں تک ہم نے مطالعہ کیا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی تکلیف کا بدلہ کسی سے نہیں لیا، اس کو عفو کہتے ہیں اور اس عفو کے نتیجے میں پھر استغفار پیدا ہونا ایک لازمی بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب آپ عفو کرتے ہیں تو یہ بھی تو خیال آتا ہے کہ اس شخص نے خدا کو بھی تو ناراض کر لیا ہوگا۔ اب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنا دو پہلو رکھتا تھا ایک یہ پہلو کہ آپ نے اس کو برداشت کر لیا اور اس کے نتیجے میں اس کو معاف فرما دیا۔ ایک اور پہلو تھا کہ خدا بھی تو ناراض ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود معافی میں مستعد ہوتا ہے یعنی جلدی دکھاتا ہے اور کہتا ہے میں بالکل کسی قسم کا بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تعلق میں ایسا بار ہا ہوتا تھا کیونکہ آپؐ اپنی ذات کا جرم معاف کرنے میں بالکل بے پرواہ ہوتے تھے مگر جس کو کسی سے پیار ہو اس کے خلاف وہ جرم برداشت نہیں کرتا۔ یہ ویسی ہی مثال ہے جیسے میں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ آپ کے سامنے سنایا تھا کہ آپ کو ایک شخص گالیاں دے رہا تھا اور نہایت سخت کلامی کر رہا تھا۔ مہمان باہر سے آیا ہے اور آتے ہی اس نے دندناتے ہوئے مسجد میں آپ کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ ایک صحابی سے برداشت نہیں ہوا انہوں نے آگے سے کوئی سختی سے جواب دیا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روک دیا کہ ایسا نہیں کرنا۔ انہوں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہ آپ ہمارے امام ہیں ٹھیک ہے لیکن جب محمد رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دی جائیں آپ برداشت نہیں کر سکتے اور ہم سے کسی طرح توقع رکھتے ہیں کہ اپنے پیر کو گالیاں دیتے ہوئے سنیں اور ہم برداشت کر لیں۔ تو میں یہ نہیں کہہ رہا کہ برداشت نہ کرو میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ ایک فطرتی بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مجھے جتنے روزانہ گالیوں کے خط آتے ہیں اور جیسا جیسا گند بولا جاتا ہے، کہتے ہیں تم لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کیا کیا ہو رہا ہے مجھ سے، لیکن میں برداشت کرتا ہوں اللہ کی خاطر اور کبھی پرواہ نہیں کی۔ مگر جب پادریوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف بدزبانیاں کی ہیں تو دیکھیں جوابی حملے کیسے کیسے سخت کئے ہیں تو یہی اللہ تعالیٰ کا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بعض دفعہ اپنے ولی کی بے عزتی اور ولی کے ساتھ گستاخی کے

سلوک کو بالکل برداشت نہیں کرتا اور ایسا ردعمل بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے جیسے ایک ہتھنی کے بچے کو مار دیا گیا ہو تو ہتھنی اس ظالم پر حملہ کرتی ہے اور اس کی لاش کو پھر مٹی میں رگید کر اس کے نشان مٹا دیتی ہے روند روند کر۔ تو اللہ کی غیرت کا بھی ایک سوال تھا اور قرآن کریم میں ''وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ'' کا مضمون اسی لئے بیان ہوا ہے خصوصیت سے، کہ اے محمدؐ! تو تو معاف کرے گا، ہم جانتے ہیں، لیکن پھر ان کے لئے بخشش بھی اللہ سے مانگنا کیونکہ ہو سکتا ہے بعض گستاخیاں ہوں اللہ معاف نہ کرے، تجھے ہی بخشش بھی مانگنی ہوگی اور جب تو یہ کرتا ہے تو ایسے لوگ پھر اس بات کا حق رکھتے ہیں تو ان سے مشورے کرے کیونکہ یہ لوگ تجھ سے محبت کریں گے، تیرے عاشق ہو چکے ہوں گے پھر یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تجھے غلط مشورے دیں۔ لیکن مشورہ ان سے کر فیصلہ تو نے کرنا ہے اور جب محبت کے یہ تعلق ہوں تو فیصلہ چاہے مشوروں کے خلاف ہو، کبھی اس کے نتیجے میں دوریاں پیدا نہیں ہوتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں خصوصیت سے مجھے یاد ہے، ہمیں بچپن سے ہی آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس شوریٰ میں ضرور آنا ہے اور بڑے اہتمام سے ہم لوگ باقاعدہ مجلس شوریٰ میں شریک ہوتے تھے بطور زائر کے، لیکن بہت سی ایسی اہم تربیت مجلس شوریٰ میں ایسی ہو رہی ہوتی ہے جو نہ تقریروں میں نہ خطبوں میں نہ باہر کہیں ہوتی ہے وہ سارا ماحول ایک زندہ فعال حرکت رکھتا ہے جس میں جماعت ایک دوسرے کے ساتھ ایک تعامل کر رہی ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اور اس کے نتیجے میں جو ردعمل پیدا ہو رہے ہیں اس کی ایک ایسی زندہ مثال ہے جیسے دو کیمیکلز کو آپس میں ملائیں تو آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اس کے اندر آواز اُٹھتی ہے اور کیمیکل ردعمل پیدا ہوتے ہیں اور پھر اس سے ایک نئی چیز بنتی ہے۔ تو مجلس شوریٰ جماعت کے باہمی تعامل کا نام ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی تربیت ہوتی ہے، تو مجھے یاد ہے ہمیشہ مجلس شوریٰ میں ہم دیکھا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہی بعد میں سب کا رواج رہا اکثر معاملات میں مشوروں پر بہت غور کرتے، ان کو سراہتے اور ان کی تائید میں فیصلے دیتے اور بعض دفعہ ان کے برخلاف فیصلے دیتے۔ بعض دفعہ تکلیف بھی محسوس کرتے اور بعضوں کو سمجھاتے کہ تم نے یہ غلط کیا ہے، یہ مشورہ دینا ہی نہیں چاہئے تھا، یہ نادانی ہے، یہ ناسمجھی ہے۔ لیکن کبھی ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ہوا کہ جس کے نتیجے میں جماعت کے دل میں کوئی منفی ردعمل پیدا ہوا ہو بلکہ وہ واقعات، وہ مواقع جن میں خلیفہ وقت

نے شوریٰ کی بات نہیں مانی، اپنی تسلیم کروائی ہے، وہ ہمیشہ کے لئے خلافت کی تائید میں ایک زندہ ثبوت بن گئے کہ وقت نے ثابت کیا کہ وہی بات درست تھی اور اکثریت کے فیصلے غلط تھے۔ یہ ہے مجلس شوریٰ اور اس روح کو قائم رکھنے کے لئے آپس کا اعتماد ضروری ہے، یہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ اگر یہ آپس کا اعتماد نہ ہو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا اکثریت چھوڑ کر اگر ایک آدمی زائد بھی کسی ایسی پارٹی کے ساتھ ہو جس کا فیصلہ رد ہوتا ہے، تو دیکھیں کیسی قیامت آ جاتی ہے کہ ہمارے اکتیس ممبر تھے تمہارے تیس تھے اس لئے اکتیس کی بات مانی جائے گی تیس کی نہیں مانی جائے گی اور اگر کوئی اس کے خلاف فیصلہ دینے کی جرأت کرے تو دیکھیں کیسی کیسی قیامتیں ٹوٹیں گی۔ مگر ایسے فیصلے بھی ہوئے ہیں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی، بعد میں بھی اور ہم نے خلافت کے دور میں جو مجلس شوریٰ دیکھی اس میں، تو بارہا تو نہیں، مگر کئی دفعہ ایسا دیکھا ہے، کہ ساری شوریٰ کی ایک رائے اور خلیفہ وقت کی دوسری اور وہی رائے درست نکلی۔ تمام صحابہ کی ایک رائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی دوسری اور وہی رائے درست نکلی۔

ایک وہ موقع تھا صلح حدیبیہ کا جبکہ حدیبیہ کے میدان میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا فیصلہ یہ تھا کہ چونکہ راستہ محفوظ نہیں ہے اور قرآن کی رو کے منافی ہے کہ حج غیر محفوظ رستے پر بھی کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا حج نہیں ہوگا، یہیں قربانیاں دو اور سارے صحابہ بلا استثناء، متفق ہی نہیں، زور دے رہے تھے، جوش دکھا رہے تھے کہ نہیں ہم نے حج ضرور کرنا ہے، آپؐ نے کسی کی نہیں سنی۔ (بخاری حدیث نمبر: 4178) وہی فیصلہ صادر فرمایا اور تاریخ گواہ ہے کہ کس طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو حیرت انگیز برکت نصیب ہوئی ہے اور صلح حدیبیہ ہی کے موقع پر فتح مکہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے اور اسی موقع پر جو سورۃ نازل ہوئی ہے اس میں یہ خوشخبری دے دی گئی تھی کہ ایک فتح نہیں، ہم تجھے دوسری فتح کی بھی خوشخبری دے رہے ہیں، تو نے خدا کی خاطر اپنا سر جھکا دیا اور گویا کہ انسان ہر دفعہ اپنی ہی شکست تسلیم کرتا ہے۔ سورۃ فتح کا مضمون یہ ہے کہ تو نے خدا کی خاطر اپنی شکست تسلیم کر لی اس لئے خدا تجھے فتح پر فتح دے گا۔ یہ بظاہر کمزوری کی صلح بھی ترے لئے طاقت کا موجب بنے گی اور پھر ایک اور فتح بھی ہے جو اس کے بعد آنے والی ہے۔ پس دیکھیں ایک شخص کا فیصلہ تھا، توکل علی اللہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور جن سے محبت کرتا ہے پھر ان کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں بھی ہم نے یہی دیکھا کہ جب آپ فیصلہ شوریٰ

کے فیصلے کے خلاف فرماتے تھے تو ساری مجلس شوریٰ اول تو اسی فیصلے پر بچھ جاتی تھی۔ کوئی ایک مجلس شوریٰ میں شامل نمائندہ بڑبڑاتا ہوا باہر نہیں نکلتا تھا کہ ہمارے فیصلے کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ ایک بھی مثال اس کی مجھے یاد نہیں جو اس وقت ظاہر ہوئی ہو یا بعد میں جماعتوں میں جا کر کسی نے یہ بات کی ہو۔ اس سے ایک اور بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ مجلس شوریٰ کا نمائندہ چننے والے متقی لوگ تھے۔ وہ اپنے میں سے اسی کو چنتے تھے جو متقی ہوتے تھے اور ان کا یہ ردعمل بتا رہا ہے کہ کیسے تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ کسی ایک نے بھی یہ غلطی نہیں کی کہ باہر جا کر کوئی بات کی ہو کہ جی ہمارا فیصلہ یہ تھا اور فلاں ہو گیا بلکہ سارے باہر نکلتے ہوئے، ہنستے کھیلتے یہی باتیں کیا کرتے تھے اس دن رات تک یہی مضمون رہتا تھا کہ دیکھو ہم کیسے بے وقوف نکلے اور وہی ہونا چاہئے تھا جو خلیفہ وقت نے فیصلہ دیا تھا اور جو ہمیں سمجھایا ہمارے ذہن میں آیا ہی نہیں، واقعۃً یہی چیز درست تھی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے کہ ہمیں ایسے عظیم الشان صالح نظام کا جزو بنایا ہے جہاں غلطی کے ہر امکان کو دور کرنے کے لئے درستی کرنے کا ایک طریق مقرر فرما رکھا ہے اور ان دونوں کے تعاون کے نتیجے میں ایک نہایت صحت مند، پاکیزہ نظام قائم ہوتا ہے۔ پس مجلس شوریٰ میں ان باتوں کو ضرور ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں آج بھی اور کل بھی۔ اگر ان باتوں پر آپ عمل کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت ہمیشہ زندہ رہے گی اور **مجلس شوریٰ سے خلافت کو تقویت ملتی اور خلافت سے مجلس شوریٰ کو صحت عطا ہوتی ہے۔**

پس ان دونوں باتوں کے نتیجے میں جماعت کی زندگی کی ہمیشہ ہمیش کے لئے ضمانت میسر آئے گی۔ پس تقویٰ کے ساتھ مشورے دیا کریں۔ محبتیں بڑھانے کے فیصلے کیا کریں اور جیسا کہ میں نے مثال دی ہے مشورہ سوچتے وقت ان باتوں کو سوچا کریں جو آپ کے دل سے از خود اخلاص کے ساتھ اٹھ رہی ہے۔ ان میں میں نے ایک مثال دی ہے، جماعتوں کے اندر اگر کہیں تلخی پائی جاتی ہے تو ان کی وجوہات پر غور کر کے اس رنگ میں اپنی شوریٰ میں پیش کریں کہ اس کے نتیجے میں تلخی لازماً کم ہو، بڑھے نہیں۔ اگر بڑھانے کے انداز میں مشورہ دے دیا تو آپ ذمہ دار ہوں گے اور ایسے مشورے کو پھر قبول بھی نہیں کرنا چاہئے لیکن اس کے علاوہ روزمرہ کی باتیں ہیں، تربیت کے نئے نئے تقاضے ہیں، نئی نئی قومیں احمدیت میں اور اسلام میں داخل ہو رہی ہیں، پھر اصلاح وارشاد کے بہت بڑے اور وسیع تقاضے اور بڑی امیدیں آپ سے وابستہ کی گئی ہیں، تو یہ سارے امور وہ ہیں جن میں دن رات

آپ کو پریشانی لاحق ہونی چاہئے۔سوچتے رہنا چاہئے کہ اس ضمن میں ہم کیا طریق اختیار کریں کہ اپنے مقاصد کو توقع سے بھی بڑھ کر حاصل کرسکیں۔تو پھر جو باتیں آپ کے دل سے خود بخود پھوٹتی ہیں، انہی پر مشورے ہونے چاہئیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کو مشورہ دیں گے تو پھر ایک پختہ ذہن کا مشورہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک کمال کے درجے کو پہنچا ہوا ذہن ہوگا یعنی اجتماعی ذہن جماعت کا۔ وہ مشورے جب پہنچیں گے، وہ پھوٹیں گے، ان کی منظوری ہوگی پھر فیصلے بنیں گے۔ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ کا مضمون نہ بھولیں۔آج بھی اسی طرح جاری ہے، کل بھی اسی طرح جاری رہے گا۔تمام مجالس شوریٰ کے فیصلے جن کو آپ سمجھتے ہیں، وہ مشورے ہیں۔ فیصلہ اس وقت بنتے ہیں جب کہ امام وقت ان کو قبول کر لیتا ہے اور وہ فیصلے بنتے ہیں جس شکل میں وہ ان کو قبول کرتا ہے پھر توکل علی اللہ کا مضمون ہے، پھر پرواہ نہ کریں پھر لازماً انہی فیصلوں میں برکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ مضامین بار بار دہرانے کے لائق ہیں کیونکہ جماعت کی زندگی سے اور جماعت کی بقا سے ان کا گہرا تعلق ہے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:

مجلس شوریٰ جو ربوہ میں منعقد ہو رہی ہے ان کو تو السلام علیکم خاص طور پر کہنا تھا۔محبت بھرا پیغام دینا تھا۔مبارک باد دینی تھی اسیرانِ راہ مولیٰ کی آزادی کی۔ان ہواؤں کے رخ میں تبدیلی کی مبارک باد دینی تھی اور ہواؤں کی لہک میں جو خوشگوار اثرات ظاہر ہوئے ہیں ان کے اوپر مبارک باد دینی تھی اور ایک بات خاص طور پر یہ کہنے والی ہے کہ مشاورت امانت ہوا کرتی ہے اس کے وہی حصے باہر بیان ہونے چاہئیں جن کی اجازت ہو ورنہ آپس کے مشورے ایک امانت کا رنگ رکھتے ہیں اور خصوصیت سے جو تبلیغی منصوبے وغیرہ بنائے جاتے ہیں ان میں یہ امانت کا پہلو زیادہ غالب ہے۔تو اپنے مشوروں کو امانت کے ساتھ دیں اور امانت کے ساتھ ہی اپنے سینوں میں لے کر واپس جائیں۔ اتنے ہی پہلو ظاہر فرمائیں جن پہلوؤں کے متعلق مجلس شوریٰ یا صدر مجلس کی ہدایات ہے کہ ان کو عام کریں ورنہ باقی جو آپس کی سوچیں ہیں ان میں غور و فکر ہونا چاہئے اور آپ پر خدا کی طرف سے عائد کردہ امانت آپ کے دل میں ہی محفوظ رہنی چاہئے۔بعض دفعہ بے تکلف اور غیر محتاط تبصرے نقصان پہنچا جاتے ہیں اور اس سے دشمن کو خواہ مخواہ شرارت کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ بات ایک میں

نے کہنی تھی جو بھول گیا تھا اس لئے میں نے خطبے کے بعد اسے شامل کر دیا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔